اختر راہی

مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مطالعۂ عیسائیت

(اضافات)

["عالم اسلام اور عیسائیت" کے شمارہ بابت مارچ ۱۹۹۲ء میں مذکورہ بالا عنوان سے مقالہ شائع ہوا ہے۔ مقالے کی اشاعت کے بعد حسنِ اتفاق سے ہفت روزہ اہل حدیث (امرتسر) کی چند مجلدات دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ ان سے جو نئی معلومات حاصل ہوئیں، ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔]

* برہان التفاسیر

پادری سلطان محمد پال نے "سلطان التفاسیر" کا سلسلہ مسیحی مجلہ "المائدہ" (لاہور) میں شروع کیا تھا۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اِس کی کچھ اقساط شائع ہونے کے بعد ۶ مئی ۱۹۳۲ء کو "برہان التفاسیر" کے نام سے ہفت روزہ "اہل حدیث" امرتسر میں تعاقب شروع کیا۔ مولانا کا اشہبِ قلم اتنا تیز دوڑا کہ پادری صاحب کے برابر جا پہنچا۔ پادری صاحب نے کسی سبب سے جنوری ۱۹۳۳ء کے بعد "المائدہ" میں "سلطان التفاسیر" کی اشاعت بند کر دی چنانچہ مولانا کا سلسلہ "برہان التفاسیر" ۳۶ اقساط کے بعد ۲ جنوری ۱۹۳۳ء کو رک گیا۔

پادری صاحب نے "سلطان التفاسیر" کی مزید اشاعت ہفت روزہ "النجات" (لاہور) بابت ۲۲ مارچ ۱۹۳۴ء سے شروع کی چنانچہ مولانا نے دوبارہ قلم اٹھالیا۔ تاہم اندازِ تفسیر میں تبدیلی کر دی۔ ان ہی کے الفاظ میں ۱

> " شروع سلسلہ ہذا ... میں خاص پادری صاحب کو خطاب ہوتا رہا ہے مگر اتنے عرصے کی بندش سے رائے میں یہ تبدیلی ہو گئی ہے کہ جدید فرقوں کی جتنی تفسیریں اردو زبان میں چھپ چکی ہیں، ساتھ ساتھ ان سب پر نظر ہوتی جائے تو بہت اچھا ہے۔ جدید الطبع مروجہ تفسیرات یہ ہیں۔
>
> (۱) تفسیر احمدی علی گڑھی (۲) تفسیرات احمدیہ قادیانیہ (۳) بیان القرآن از مولوی محمد علی صاحب لاہوری احمدی (۴) بیان للناس از مولوی احمد دین صاحب امرتسری اہل قرآن (۵)

ترجمۂ قرآن از مولوی عبداللہ چکڑالوی اہل قرآن

"برہان التفاسیر" کی ۳۷ویں قسط، جو ایک شذرے پر مشتمل ہے، ہفت روزہ اہل حدیث (امرتسر) بابت یکم جون ۱۹۳۴ء میں شائع ہوئی۔ یہ سلسلہ ۲۴ مئی ۱۹۳۵ء تک جاری رہا۔ پادری سلطان محمد پال نے ایک پارے کی تفسیر لکھنے کے بعد سلسلہ بند کر دیا اور یوں مولانا ثناء اللہ نے بھی ایک پارے کی تفسیر پر نقد و جرح کی ہے۔

*مباحثہ الہ آباد

۱۹۳۴ء میں مولانا امرتسری اور پادری عبدالحق کے درمیان جو مناظرہ ہوا تھا، پادری ایم۔ شرما کے قلم سے اس کی روداد ماہنامہ المائدہ بابت ستمبر ۱۹۳۴ء میں شائع ہو گئی تھی۔ اس میں اُنھوں نے پادری عبدالحق کو "کامیاب" دکھانے کی کوشش کی تھی تاہم اِس کے کچھ عرصہ بعد مولوی عتیق الرحمن دیوبندی کی مرتبہ روئداد مباحثہ الہ آباد شائع ہوئی۔ [۲]

*رسالہ "شیر افگن" کا جواب

جب مولانا ثناء اللہ امرتسری نے پادری سلطان محمد پال کے رسالہ "میں کیوں مسیحی ہو گیا؟" کا جواب لکھا تو پادری صاحب نے "جواب الجواب" کے طور پر "شیر افگن" کے نام سے رسالہ مرتب کیا۔ گو مولانا ثناء اللہ نے اپنی تحریر کو جب "جوابات نصاریٰ" کا حصہ بنایا تو "شیر افگن" میں اٹھائے گئے اعتراضات کو پیش نظر رکھا تھا۔ تاہم "شیر افگن" کا ایک اور جواب ابو محمد ولد حکیم محمد عبدالغفار نے مدراس سے "رسالہ صلیب شکن" کے نام سے شائع کیا تھا۔ [۳]

*مؤلف "عدمِ ضرورت قرآن"

"عدم ضرورت قرآن" مؤلفہ پادری جی۔ایل۔ ٹھاکر داس کا جواب مولانا ثناء اللہ نے "تقابلِ ثلاثہ" کے نام سے لکھا تھا۔ "تقابل ثلاثہ" میں "عدم ضرورتِ قرآن" کے مؤلف کا نام درج نہیں ہو سکا۔ اس لیے راقم الحروف نے جناب عبدالرشید عراقی کے حوالے سے مؤلف "عدم ضرورتِ قرآن" کا نام پادری ٹھاکر دت اور ایک مسیحی مؤلف کے حوالے سے جی۔ ایل۔ ٹھاکر داس لکھا تھا۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تحریر سے بھی معلوم ہوا کہ درست نام جی۔ایل۔ ٹھاکر داس ہے، ٹھاکر دت نہیں۔

*پادری جے۔ علی بخش کی تفسیرِ قرآن پر تبصرہ

متعدد غیر مسلموں نے قرآن کے تراجم کیے اور تفاسیر لکھی ہیں۔ مسیحی اہل قلم نے بھی قرآن مجید کے متعدد جزوی اور مکمل تراجم کیے ہیں۔ ایک ترجمہ ۱۸۴۴ء میں امریکی مشن کی جانب سے شائع ہوا تھا۔ جس کے مقدّمے میں عیسائیت پر مسلمانوں کی جانب سے کیے گئے اعتراضات کا جواب دینے کی کوشش کی گئی تھی۔

پادری عمادالدین (م اگست ۱۹۰۰ء) کا "ترجمۃ القرآن بہ اردو زبان" نیشنل پریس امرتسر سے ۱۸۹۴ء میں شائع ہوا۔ اس ترجمے کا دوسرا ایڈیشن رومن رسم الخط میں مشن پریس الہ آباد سے طبع ہوا۔ پادری احمد شاہ کا ترجمہ قرآن زمانہ پریس کانپور میں شائع ہوا۔

ان معروف مسیحی تراجمِ قرآن کے بعد پادری جے۔ علی بخش نے تفسیرِ قرآن لکھنا شروع کی۔ وہ صرف مکّی سورتوں ہی کی تفسیر لکھ سکے تھے۔ ۱۹۳۴ء میں اس کے شائع ہونے پر مولانا ثناء اللہ امرتسری نے ہفت روزہ "اہل حدیث" (امرتسر) میں اس پر حسبِ ذیل تبصرہ کیا۔[۴]

> عیسائیوں کی طرف سے قرآن شریف کے متعلق جتنی تصانیف ہندوستان میں پادری فنڈر[۵] کے زمانہ سے کچھ عرصہ پہلے تک شائع ہوئیں۔ سب صورتاً و معناً مخالف تھیں۔ چند روز سے عیسائی پادریوں (جو اسلام چھوڑ کر ادھر گئے ہیں۔) کی طرف سے جو تصنیف نکلتی ہے۔ وہ صورتاً موافق اور معناً مخالف ہوتی ہے۔ پہلی روش کی مثال میں بصورت آخری حملہ کے ہم وہ کتاب پیش کرتے ہیں جس کا نام ہے۔ "عدم ضرورتِ قرآن۔" اس کے مصنف پادری ٹھاکر داس تھے۔ اس کا جواب ہم نے کتاب "تقابلِ ثلاثہ" (تورات، انجیل اور قرآن کا مقابلہ) کی صورت میں دیا۔ اس کتاب میں قرآن کی کھلی مخالفت اور واضح تردید تھی۔
>
> اس کے بعد دوسرا دور شروع ہوا جو صورتاً مخالف نہیں مگر معناً سخت مضر ہے۔ اس کی مثال پادری سلطان محمد خان کی تصانیف "ہمارا قرآن" وغیرہ ہیں۔ جن میں (اپنا بن کر) دکھایا گیا ہے کہ قرآن شریف کے سارے مضامین کتبِ سابقہ سے ماخوذ ہیں۔ اس لیے اس کی ضرورت نہیں ....
>
> آج جس کتاب کا نام زیبِ عنوان ہے۔ یہ بھی قسم دوم سے ہے جو پادری جے۔ علی بخش صاحب نے لکھی ہے۔ اس میں قرآن شریف کی سورتوں کی تقسیم مکی اور مدنی میں کر کے ساری مکّی سورتوں کو اک جلد میں جمع کر کے یک جا کیا گیا ہے۔ دوسرے حصہ میں شاید مدنی ہوں گی۔ ان میں سے ایک ایک سورت کو لے کر کتبِ سابقہ کے حوالوں

سے موافق بتایا ہے۔ اس سے بھی یہی غرض ہے کہ قرآن شریف ان کتب سے ماخوذ ہے۔ مگر جو مسئلہ قرآن اور انجیل (بلکہ بقول مسیحیاں ساری بائبل) میں اختلافی ہے۔ جہاں اس کا ذکر آیا ہے، وہاں سے پادری صاحب بڑی عقل مندی سے خاموش نکل گئے ہیں۔ ہم پادری صاحب کی اس عقل مندی کی داد دیتے ہیں مثلاً سورہ مریم میں حضرت مسیح کی پیدائش اور تعلیم کا مختصر مگر دوسری جگہ اس کی نسبت مفصل ذکر آیا ہے۔:[6] پارہ ۱۶۔ رکوع ۵

... ان آیات میں حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر کرنا محض اس غرض سے ہے کہ مسیح کی الوہیت کا ابطال ہو اور مسیحیوں کے عقیدہ متعلقہ بہ الوہیت مسیح کی اصلاح ہو۔ پادری جے۔ علی بخش صاحب اپنی تفسیر میں ان آیات کے پاس سے بعزت واحترام گزر گئے ہیں۔ نہ مسیحی عقیدے کی تائید کی اور نہ قرآنی فرمان کی تصدیق۔ ع

رموز عاشقاں عاشق بدانند

اسی طرح اور بھی کئی جگہ ایسا ہی کیا ہے۔ پادری صاحب کی نیت تو عیاں ہے کہ قرآن شریف کو کتب سابقہ سے ماخوذ ثابت کر کے ان کا رہین منت بتایا جائے۔ تاہم ہم اس کو بھی قرآنی خدمت جانتے ہیں اور پادری صاحب سے درخواست کرتے ہیں کہ اس کی دوسری جلد بھی جلدی شائع کریں ...[7]"

حواشی

۱۔ ہفت روزہ اہل حدیث (امرتسر)، یکم جون ۱۹۳۴ء، ص ۱۱
۲۔ ایضاً، ۲۱ ستمبر ۱۹۳۴ء، ص ۱۴
۳۔ ایضاً، ۲۸ جون ۱۹۳۵ء، ص ۱۶
۴۔ ایضاً، ۱۶ اگست ۱۹۳۵ء، ص ۴-۵
۵۔ پادری سی جی فنڈر (۱۸۰۳ء - ۱۸۶۵ء) جرمنی کے رہنے والے تھے اور باسل مشنری کالج میں علم الہیات میں سند لینے کے بعد ۱۸۲۵ء میں جارجیا کے قصبے شوش میں بطور مبلغ بھیجے گئے۔ تقریباً دس سال ان کا تعلق اس علاقے سے رہا۔ درمیان میں کچھ عرصہ بغداد اور ایران کے مختلف شہروں میں گزارا۔ عربی اور فارسی زبانوں سے بخوبی واقف تھے۔ روس میں جب غیر ملکی مناّدوں کی تبلیغی سرگرمیوں پر پابندی عائد کر دی گئی تو پادری فنڈر جارجیا سے برصغیر آ گئے اور یہاں چرچ مشنری سوسائٹی سے

منسلک ہو گئے۔

چرچ مشنری سوسائٹی کے مبلّغ کی حیثیت سے ۱۸۴۱ء سے ۱۸۵۴ء تک آگرہ میں مقیم رہے۔ پھر پشاور میں تعینات رہے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد انگلستان چلے گئے اور چرچ مشنری سوسائٹی نے ۱۸۵۸ء میں اُنہیں قسطنطنیہ بھیج دیا۔ وہاں سے واپسی پر انگلستان میں ۱۸۶۵ء ان کا میں انتقال ہوا۔

مسلم علماء نے پادری فنڈر سے کئی مناظرے کیے جن میں ۱۸۵۴ء کا مناظرہ آگرہ بہت مشہور ہے۔ جس میں اُن کے بالمقابل مولانا رحمت اللہ کیرانوی تھے۔ پادری فنڈر سے مطالعہ عیسائیت پر جو کتابیں یادگار ہیں، وہ زیادہ تر مسلمانوں کو پیشِ نظر رکھ کر لکھی گئی تھیں۔ طریق الحیاۃ، مفتاح الاسرار، حل الاشکال، مراسلات، اختتام دینی مباحثہ اور میزان الحق اِسی زُمرے میں آتی ہیں۔ [تفصیلی حالات کے لیے دیکھیے: پادری برکت اللہ، صلیب کے علمبردار، لاہور: پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی، (۱۹۵۷ء) ص ۷-۲۸، سیّد غلام محی الدین، پادری سی۔ جی۔ فنڈر، ماہنامہ ذکر و فکر (دہلی) بابت ستمبر۔ اکتوبر ۱۹۸۸ء، ص ۸۶-۹۰]

۶۔ یہاں قرآن مجید کا متعلقہ حصہ اور اُردو ترجمہ نقل کیا گیا ہے۔

۷۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے پادری جے۔ علی بخش کے کام کو "قرآنی خدمت" سے تعبیر کیا ہے اور پادری صاحب سے درخواست کی ہے کہ وہ مدنی سورتوں کی تفسیر بھی شائع کریں۔ شاید اِس کا سبب تفسیر میں پادری صاحب کا مناسب لہجہ اور متین انداز بیان ہے۔ پادری جے۔ علی بخش نے قرآن کے بارے میں دوسرے مسیحی اہل قلم سے مختلف اندازِ فکر اختیار کیا ہے۔ گو وہ قرآن کے منزل من اللہ ہونے کا اقرار تو نہیں کرتے تاہم وہ اِسے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصنیف بھی نہیں کہتے بلکہ قرآن کو اس انداز کا مکاشفہ خیال کرتے ہیں جیسا انبیائے بنی اسرائیل کو ہوتا رہا ہے۔